© rasailojaraid.com

ڈاکٹر محمد طفیل ☆

قرآن حکیم کا تصور اجتماعیت

علمائے اجتماعیت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ باہم مل جل کر رہنا اور زندگی بسر کرنا انسان کی طبیعت اور فطرت میں داخل ہے۔ جب انسان ایک دوسرے کے ساتھ مل کر زندگی بسر کرتے ہیں تو اس ملاپ کے نتیجے میں اجتماعیت جنم لیتی اور پروان چڑھتی ہے۔ اسی اجتماعیت کی کوکھ سے بے شمار ضروریات اور مسائل جنم لیتے ہیں۔ یہ مسائل فرد سے متعلق بھی ہوتے ہیں اور اجتماع و معاشرے کا احاطہ بھی کرتے ہیں۔ یہ معاشی بھی ہوتے ہیں اور سیاسی بھی' روحانی بھی ہوتے ہیں اور مادی بھی۔ ان کا تعلق حقوق اللہ کی بجاآوری سے بھی ہوتا ہے اور حقوق العباد کی تکمیل سے بھی' اسی طرح یہ مسائل راعی اور رعایا نیز ملک و ملت سبھی امور کا احاطہ کرتے ہیں۔

اجتماعی مسائل کو حل کرنے کے لئے دو طرح کی کوششیں ہمارے سامنے ہیں۔ پہلی قسم کی کوششوں کا تعلق انسانی کاوشوں سے ہے۔ گویا انسان نے اپنے مسائل حل کرنے اور اپنے جھگڑے چکانے کی مقدور بھر جدوجہد کی لیکن انسانی وسائل محدود' انسانی عقل و فکر کمزور اور انسانی توانائیاں ناکافی ثابت ہوئیں اور مسائل کا کوئی خاطر خواہ حل میسر نہ آسکا۔ انسانی مسائل حل کرنے کا دوسرا ذریعہ وحی ہے۔ یہ ذریعہ ربانی ہے اور خالق کائنات انسان کے مسائل اور ان کی تندی و تلخی سے بخوبی آگاہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے وحی کے ذریعے انسان کی رہنمائی اور ہدایت فراہم کی اور وحی کا پیغام ہی انسانی مسائل کا حل فراہم کرتا ہے جو ہر دور میں مذہب کی ضرورت اور اس کے انسانی زندگی پر اثرانداز ہونے کی عمدہ دلیل ہے۔

اسلام دین فطرت ہے اس لئے وہ انسانی فطرت کے مطابق رہنمائی اور ہدایت فراہم کرتا ہے۔ ویسے دین کا وجود اور وحی الٰہی کی تعلیم اجتماعیت کا تقاضا کرتے ہیں کیونکہ دینی احکام کے اولین مخاطب انسان ہیں۔ اس لئے تمام انبیاء علیہم السلام اور ھادی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے اور انسانی اقوام جو درحقیقت انسانی اجتماع کو ہدایت ربانی کا پیغام پہنچاتے رہے اور اسلام کے پودے کو سینچتے اور اس کی آبیاری کرتے رہے۔

عام طور پر انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے رہے اور ان کی تعلیمات بھی وقتی اور اپنے اپنے زمانے کے لئے ہوتی تھیں۔ کیونکہ نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری تھا۔ جب انسانی عقل و شعور بالغ ہو چکے' ھادیان برحق اپنا اپنا پیغام اپنے اپنے حلقے میں پہنچا چکے' تو خالق کائنات نے ایک ایسا ھادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا جو سلسلہ نبوت کی آخری کڑی بھی ہے اور اجتماعیت کا مبلغ اعظم بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس ھادی کامل نے پوری انسانیت کو خطاب کر کے فرمایا

یاایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا

اے لوگو! میں تم سب کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں

گویا سابقہ انبیاء علیہم السلام رشد و ہدایت اور اجتماعیت کا جو فریضہ اپنی اپنی اقوام میں ادا کرتے رہے' میں وہ

☆ ریسرچ آفیسر' ادارہ تحقیقات اسلامیہ' اسلام آباد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیغام الٰہی پوری انسانیت تک پہنچاؤں گا۔ پوری انسانیت کو اسلام کی شیدائی اور پیرو بنا دوں گا اور ان میں وحدت و مساوات انسانی کا ایسا عملی مظاہرہ کروں گا کہ پوری انسانیت اجتماعیت کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو سکے گی۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانوں کو اخوت، مساوات، بھائی چارے اور برادری کا درس دیا اس لئے آپ پر نازل کی جانے والی کتاب مقدس قرآن حکیم اجتماعیت کا ابدی نمونہ ہے۔ لہٰذا الہامی کتابوں میں قرآن حکیم ہی ایک ایسی کتاب ہے جسے حقیقی معنوں میں اجتماع اور معاشرے کی کتاب کہا جا سکتا ہے۔ اس کے مخاطب وہ انسان ہیں جو جنگلوں میں نہیں بلکہ بستیوں میں آباد ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر باہمی تعاون اور اشتراک سے زندگی گزارتے ہیں۔

قرآن حکیم کے احکام و نواہی اور تعلیمات پر غور کیا جائے تو ان سب میں اجتماعیت کا گہرا تصور ملتا ہے۔ توحید کا عقیدہ ہو یا قیادت کا تصور رسولوں پر ایمان لانے کا حکم ہو یا فرشتوں اور کتابوں کی اصلیت و حقیقت کو تسلیم کرنا، سبھی اجتماعیت کا درس دیتے ہیں۔ اسی طرح عبادات میں نماز ہو یا زکوٰۃ، روزہ ہو یا حج، تبلیغ ہو یا جہاد سبھی اجتماعیت کے مظہر ہیں۔ نیز معاشی و معاشرتی احکام ہوں یا سیاسی و آئینی ضابطے، قانونی پیچیدگیاں ہوں یا نفسیاتی الجھنیں۔ ان سب کا تعلق معاشرے سے ہے اور ان سب امور میں قرآن حکیم اجتماعی انداز میں رشد و ہدایت اور رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ گویا قرآن حکیم کی تعلیمات کا مزاج ایسا اجتماعی ہے کہ وہ سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار بندے دیکھنا چاہتا ہے جو انسانی اجتماعیت کی عمدہ مثال اور فلاحی معاشرے کی ضمانت ہے۔

قرآن حکیم میں اجتماعیت کا تصور کس حد تک موجود ہے اس کا اندازہ ہمیں ایسی آیات سے بخوبی ہوتا ہے جن کا تعلق پوری انسانی نسل سے ہے۔ قرآن حکیم صرف مومنوں یا متقیوں کے لئے ہی کتاب ہدایت نہیں ہے بلکہ یہ پوری انسانیت کے لئے کتاب ہدایت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے ہدی للناس ہونے کا امتیازی مرتبہ حاصل ہے۔ مزید برآں قرآن حکیم نے بار بار نسل انسانی کو مخاطب کیا؟ **یاایھا الناس**، **یابنی ادم** اور **یاایھا الانسان** کے الفاظ اس امر کی زندہ مثالیں ہیں۔ یہ اسلوب بیان اجتماعی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم نے اہل کتاب کے ساتھ بھی یک جہتی اور اجتماعیت کے اظہار کے لئے انہیں یا اہل الکتاب کے خطاب سے پکارا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر قرآن حکیم مسلمانوں میں ہامی اجتماعیت کی روح پھونکنا چاہتا ہے اور اہل اسلام کو اجتماعیت کی شکل میں دیکھتا ہے۔ اس لئے جب بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کیا تو ان میں سے کسی فرد کو نہیں پکارا بلکہ **یاایھا الذین امنوا** کہہ کر پوری ملت اسلامیہ کو خطاب کیا جو اجتماعیت کا فکری اور عملی اعلان اور مظاہرہ ہے۔

قرآن مجید نے اپنے مفاہیم و مطالب بیان کرنے کے لئے جو اسماء، مشتقات اور افعال منتخب کئے ان پر جمع کے صیغے غالب ہیں۔ ایسے الفاظ کی تعداد کا تناسب تقریباً ستر اسی فیصد ہے۔ مثال کے طور پر لفظ ایمان ہی کو لیجئے اس کے جملہ مشتقات ساڑھے چھ سو سے متجاوز ہیں جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔ ان میں سے اکثر جگہ جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں اور جن مقامات پر واحد کے صیغے بیان ہوئے ہیں وہاں بھی سیاق و سباق کے حوالے سے ایک سے زیادہ افراد مراد ہیں۔ یہی حال لفظ عمل، عبادت، اطاعت، تقویٰ، صلوۃ اور زکوۃ کا ہے۔ قرآن حکیم کا یہ انداز بیان ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو افراد نہیں جماعت کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے۔ اجتماع و معاشرے کو بہت اہمیت اور فضیلت دیتا ہے اور ایک دوسرے سے معاشرتی حس اور فلاحی احساس اجاگر کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن حکیم نے اجتماعیت کے جو اصول عطا کئے ہیں ان کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ وہ معاشرے کی بجائے فرد کو براہ راست مخاطب کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ایسا کوئی حکم شاید ہی موجود ہو جس کا مخاطب ملت اسلامیہ کا ہر فرد نہ ہو۔ جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ قرآنی احکام میں فرد اصل اور مقصود بالذات ہے۔ ہر فرد کی اصلاح اجتماعی اور معاشرتی اصلاح کی ضامن ہوتی ہے اس لئے قرآنی احکام میں فرد کو معاشرتی فلاح و بہبود کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآنی تعلیمات کی رو سے اجتماعی اصلاح کا معیار فرد ہے' معاشرہ نہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم زندگی کے اس تسلسل کی تعلیم دیتا ہے جو اس زندگی اور دنیا کے بعد بھی قائم رہے گی۔ ہر فرد کو اپنے تمام اعمال و افعال کا حساب دینا ہو گا۔ قرآنی تعلیمات پر اجتماعیت کا تصور اس قدر غالب ہے کہ قیامت یعنی یوم حساب میں بھی حقوق اللہ تو معاف کئے جا سکتے ہیں لیکن حقوق العباد کی ایک ایک کوڑی کا حساب دینا ہو گا۔

قرآن حکیم زندگی کے جس لازمی تسلسل کا داعی ہے وہ فرد کو اس تسلسل کے لئے اس طرح تیار کرنا چاہتا ہے کہ معاشرے کا ہر فرد اپنا فرض پوری لگن اور دیانت داری سے بجا لائے کیونکہ قیامت کے دن کوئی دوسرا شخص اس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور فرد کی اخروی فوز و فلاح قرآن حکیم کے مطابق یہ ہے کہ وہ آخرت میں عذاب الٰہی سے محفوظ رہے جسے قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

فمن زحزح عن النار و ادخل الجنتہ فقد فاز (سورہ آل عمران:)

پس جو شخص دوزخ کی آگ سے دور رہا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب ہوا۔

اس مقام تک ہم نے یہ واضح کیا ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ کسی دین کو پنپنے اور ترقی کرنے کے لئے اجتماعیت اور معاشرے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے وہ بھی معاشرے کا دین ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات کا بڑا حصہ اجتماعیت کی نشاندہی کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ فرد پر بنیادی ذمہ داری عائد کرتا ہے تاکہ فرد کی اصلاح سے معاشرتی بہبود اور سماجی انصاف قائم ہو۔ اب ہم قرآن حکیم کے قائم کردہ تصور اجتماعیت اور قرآنی معاشرے کے بنیادی خدوخال بیان کرتے ہیں۔

قرآن حکیم کے مطالعہ سے اجتماعیت کا جو تصور ملتا ہے اس کے کئی امتیازی پہلو ہیں۔ اس اجتماعیت کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ اس میں عالمگیر وسعت پائی جاتی ہے گویا یہ اجتماعیت کسی بھی زمان و مکان کی قید سے بالاتر ہے۔ اس کی آفاقیت کا ایک پہلو یہ ہے کہ یہ کسی خاص رنگ' نسل یا ملک سے تعلق رکھنے والے انسانوں تک محدود نہیں بلکہ کرہ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں پر حاوی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن حکیم نے پوری انسانیت کو مخاطب کیا ہے۔ جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دامن تھام لیتا ہے اور دنیا میں موجود ابدی اور لازوال صداقتوں کو اپنا لیتا ہے وہ اس عالمگیر اجتماعیت میں شامل ہو جاتا ہے۔

اس آفاقی اور عالمگیر اجتماعی فکر کے لاتعداد قرآنی مظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے' چنانچہ قرآن حکیم کی پہلی آیت الحمدللہ رب العالمین ہے اور آخری سورہ الناس ہے جس میں اللہ تعالیٰ پوری نسل انسانیت کا رب ہے چنانچہ قرآن حکیم کا اعلان ہے۔

قل اعوذ برب الناس ملک الناس' الہ الناس ----

قرآن حکیم میں ایسی بھی آیات موجود ہیں جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقیت اور جامعیت کا ذکر ہے۔ آپ ساری انسانیت کے رسول اور اقوام عالم کے لئے رحمت ہیں۔ چنانچہ سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارشاد ہے "**وما ارسلنک الا رحمتہ للعالمین**" کہ ہم نے آپ کو اقوام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ اسی طرح آپ کی اجتماعی رسالت کا اعتراف قرآن حکیم نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ **وما ارسلنک الا کافتہ للناس بشیرا ونذیرا** ہم نے آپ کو پوری انسانیت کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔

تیسری قسم کی آیات کا تعلق انسانوں سے ہے۔ ایسی آیات تمام انسانوں کو مخاطب کرتی ہیں۔ ان آیات میں زمین' آسمان' چاند' سورج' دریا' پہاڑ' پانی و ہوا' آگ و روشنی' دن رات' بادل و بارش' موسم' جمادات و نباتات اور دوسرے بہت سے مظاہر فطرت کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جو اس کائنات کے تمام انسانوں کے لئے یکساں مفید ہیں۔

قرآن حکیم کے تصور اجتماعیت کی دوسری خوبی یہ ہے کہ یہ تصور نظام فطرت سے مطابقت رکھتا ہے اور فطرت نے انسانی زندگی کے جو اصول و ضوابط متعین کر رکھے ہیں ان میں اور قرآن حکیم کے تصور اجتماعیت میں نہ تو کوئی تصادم پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی تضاد ملتا ہے بلکہ ان میں باہمی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن حکیم انسان کے اجتماعی اداروں اور قدرتی تنظیموں کو تسلیم کرتا ہے کیونکہ یہ ادارے نظام فطرت کے مطابق ہیں نیز یہ ادارے انسانوں کی کاوشوں سے وجود میں نہیں آتے نہ ہی انسان اپنے اختیار اور ارادے سے ان اداروں میں منسلک ہوتا ہے۔ مثلاً ایک انسان پیدائش کے وقت ہی ایک خاندان' ایک قبیلے' ایک قوم اور ایک وطن سے وابستہ ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے ان قدرتی اداروں کی نفی نہیں کی بلکہ انہیں برقرار رکھا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی وجعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا سورۃ الحجرات:۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہیں مختلف قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

جس طرح قرآن حکیم خاندانوں اور قبائل کے اجتماعی ادارے کو انسانی پہچان کا ذریعہ قرار دیتا ہے اسی طرح وہ رنگ و نسل اور زبان کے اجتماعی اداروں کا بھی اعتراف کرتا ہے کہ عالمگیر اور آفاقی معاشروں کے افراد میں رنگ و نسل کا فرق پایا جانا ایک قدرتی امر ہے جو آب و ہوا کی تبدیلی اور بعد و مسافت کا لازمی نتیجہ ہے چنانچہ اس حقیقت کا تصور اس آیت میں موجود ہے۔

ومن ایاتہ خلق السموات والارض و اختلاف السنتکم والوانکم (سورۃ الروم:۲۲)

اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانیں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف قرآنی تصور اجتماعیت کا تیسرا وصف مساوات و برابری ہے۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن حکیم کی نظر میں سب انسان برابر ہیں۔ پیدائشی طور پر کسی انسان کو دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہوتی۔ قرآن حکیم جس اجتماعی برابری کی تعلیم دیتا ہے وہ ایک ذہنی تصور نہیں بلکہ عملی حقیقت ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم اس اجتماعی حقیقت کو اس طرح واضح کرتا ہے کہ تمام انسانوں کو مٹی سے پیدا کیا۔ سب انسانوں کی پیدائش کا آغاز ایک ہی جوڑے سے ہوا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

اللہ الذی احسن کل شئی خلقہ وبدا خلق الانسان من طین۔

اللہ تعالیٰ وہی ذات ہے جس نے ہر چیز کو عمدگی سے بنایا پیدا کیا اور انسان کی تخلیق گارے سے کی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح قرآن حکیم اس زوال سچائی کا بھی اعلان کرتا ہے کہ نوع انسان کو ایک ہی جان سے پیدا کیا گیا اور اس کے افراد میں بے شمار عورتیں اور مرد پیدا کر کے نوع انسان کو اجتماعیت میں بدل دیا گیا۔ سورہ نساء کی پہلی آیت اسی حقیقت کا اعلان ہے۔

یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیر ونساء سورۃ النساء: ۱)

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اس نے اس میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دو سے بکثرت مرد و عورت پھیلائے۔

قرآن حکیم نے جس پیدائشی مساوات کا اعلان کیا ہے اس کے اجتماعیت پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسلامی قانون کی نظر میں سب انسان برابر ہیں' ان کی حیثیت اور مرتبے کا لحاظ کئے بغیر قانون ان سے مساوی سلوک کرتا ہے کیونکہ قرآن حکیم نے اس پیدائشی مساوات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر انسان اور ہر فرد کو براہ راست مخاطب کیا ہے۔ گویا قرآن حکیم ہر فرد کی انفرادیت کے حق کو یوں مانتا ہے کہ یہیں سے اسلام کا نظام جزا و سزا اور اس کا نظام محاسبہ وجود میں آتا ہے کیونکہ افراد میں ایسی مساوات کے عناصر موجود ہیں جو انہیں اجتماعیت اور معاشرے میں بدل دیتے ہیں۔ اسی لئے قرآن حکیم معاشرے کی اصلاح و فلاح کے لئے فرد کی درستگی اور اس کے نیک ہونے پر زور دیتا ہے۔

قرآن حکیم کے تصور اجتماعیت کا چوتھا ستون اجتماعی عدل ہے جس کے ذریعے فرد کے حقوق و فرائض کا تعین ہوتا ہے۔ عدل اجتماعی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر فرد کے تمام حقوق پوری طرح محفوظ ہوں۔ اس کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ معاشرے کے چند افراد کو حقوق کا تحفظ فراہم کر دیا جائے اور معاشرے کے باقی ماندہ افراد کے حقوق پامال کر دیئے جائیں بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ ہر فرد کو حقوق کے تحفظ کی ضمانت فراہم کی جائے۔ یہیں سے حقوق کے ساتھ فرائض کا تصور بھی قائم ہوتا ہے۔ گویا قرآن حکیم کے اجتماعی نظام میں جس اجتماعی عدل کا ذکر کیا گیا ہے وہ حقوق و فرائض میں توازن پیدا کرنے اور معاشرے کے ہر طبقے کو اس کے مفادات اور ذمہ داریوں کو احساس دلانے کا دوسرا نام ہے۔

قرآن حکیم اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول بھیجے اور جو کتابیں نازل کیں ان کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ دنیا میں ایسا انسانی معاشرہ قائم ہو جس میں ہر انسان کے حقوق پوری طرح محفوظ ہوں اور کسی فرد کو حق تلفی کی شکایت نہ ہو۔ قرآن حکیم کی تعلیمات میں عدل اجتماعی کو جو مقام اور اہمیت حاصل ہے اس کی تعبیر سورہ الحدید کی اس آیت سے ہوتی ہے۔

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات' وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط۔ (سورۃ الحدید:۲۵)

بے شک ہم نے اپنے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی' تاکہ انسان عدل قائم کریں۔

اس آیت کی روشنی میں یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ قرآن حکیم کے نزول کا ایک بڑا مقصد منصفانہ بنیادوں پر معاشرے کا قیام ہے۔ قرآن حکیم کے بیان کئے ہوئے اصول اپنا کر ہی ایسا معاشرہ قائم ہو سکتا ہے جو عدل اجتماعی کا نمونہ ہو۔ قرآن نے عدل و انصاف کو بہت وسعت دی ہے چنانچہ کتاب ہدایت میں بائیس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقامات پر لفظ "عدل" اور تیس مقامات پر لفظ "قسط" یعنی عدل و انصاف نازل ہوا ہے۔ قرآن حکیم نے عدل اور اس کے حوالے سے عدل اجتماعی کو ایک اعلیٰ اجتماعی قدر کے طور پر ذکر کیا ہے۔ اس بارے میں چند آیات ملاحظہ فرمایئے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان

بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے

اعدلو ھو اقرب للتقوی

عدل کرو یہی تقویٰ کے قریب تر ہے

اذا قلتم فاعدلو ولو کان ذا قربی

جب تم بات کہو تو عدل کرو' اگرچہ تمہارا رشتہ ہی ہو

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل

جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے کرو

وامرت لا عدل بینکم

اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں تمہاری مابین عدل کروں۔

کتاب الٰہی عدل اجتماعی کی داعی ہے اس لئے وہ ایسے قوانین و احکام نافذ کرتی ہے جو انسانی فطرت کے مطابق ہو اور اس میں عقائد و عبادت کے بارے میں بھی ایسی تعلیمات موجود ہیں جو انسانی ذہن کو اجتماعیت کے سانچے میں ڈھالتی ہیں۔

قرآن حکیم کے عطاکردہ نظام اجتماعیت کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظام وحی کے ذریعے نسل انسانی کو عطا ہوا۔ واضح رہے انسان کے خود ساختہ سارے نظاموں میں غلطی' کمزوری اور نقص کا پایا جانا لازمی امر ہے۔ جبکہ وحی کا لایا پیغام ان نقائص سے پاک ہوتا ہے نیز یہ نظام اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ہے۔ اس لئے وہ نہ صرف انسانی ضرورتوں اور مسائل کا حل فراہم کرتا ہے بلکہ اس اجتماعی نظام کے اصول و مبادی ہر زمان و مکان کے لئے قابل عمل ہیں۔ جب تک مسلمان اسلام کے اجتماعی اصول اپنائے رہے ان کا رعب دبدبہ اور قوت کا یہ عالم تھا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت ان سے لرزہ براندام رہتی تھی۔ مسلمانوں کو انحطاط اور تنزل سے اسی وقت چھٹکارا مل سکتا ہے جب وہ قرآن حکیم کا اجتماعی نظام بحال کریں۔

قرآن حکیم جو اجتماعی نظام عطا کرتا ہے اور جس کے نتیجے میں فلاحی معاشرہ ترتیب پاتا ہے۔ وہ معاشرہ ہر طرح کی سیئات اور بدعات سے پاک ہوتا ہے۔ اس میں غیر اسلامی عوامل کے پائے جانے کی قطعی گنجائش نہیں ہوتی۔ قرآن غیر اسلامی رسومات اور غیر دینی رواجوں کی جاہلیت کی باتیں قرار دیتا ہے کیونکہ دور جاہلی میں ایسی باتیں معاشرے میں رائج تھیں۔ اسلام نے ان میں سے بیشتر کی ممانعت کر دی کیونکہ جاہلیت کی رسوم انسانی قدروں کے منافی تھیں۔ دور جاہلیت کی بری باتوں سے اجتناب برتنے کے لئے قرآن حکیم نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو مخاطب فرمایا اور ان کے ذریعے سے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ جاہلی دور کی فرسودہ رسوم سے مکمل طور پر اجتناب کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

© rasailojaraid.com

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیہ

© rasailojaraid.com

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو' اور جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاؤ

جس اجتماعی تصور کی بات کی جا رہی ہے اس کا ایک زریں اصول یہ بھی ہے کہ اس میں انسان دوستی کو اعلیٰ سماجی قدر کا درجہ حاصل ہے۔ انسان دوستی کا تصور دوسرے معاشرے اور زندگی کے نظاموں میں بھی ملتا ہے۔ لیکن قرآن حکیم کا دیا ہوا انسان دوستی کا تصور کسی لالچ' صلہ کی تمنا' دکھاوے یا بدلے سے خالی ہوتا ہے اور اس انسان دوستی کی بنیاد رضائے الٰہی پر استوار ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلمان جب کسی انسان سے محبت کرتا ہے تو وہ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے ہوتی ہے چنانچہ مسلمان جب معاشرے کے کمزور طبقوں کی اعانت اور دستگیری کرتا ہے تو وہ بھی خالصتاً" اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ قرآن حکیم کا تصور اجتماعیت اس زریں اصول کی وجہ سے دیگر مروجہ اجتماعی نظاموں پر فوقیت رکھتا ہے۔ یہ اصول قرآن حکیم کی اس آیت سے اخذ کیا جاتا ہے۔

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما" واسیرا

اور مسلمان اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے مسکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

خدا ترسی اور انسان دوستی جس اجتماعی نظام کے بنیادی عناصر ہوں' اس نظام میں ظلم و تعدی' دشمنی' عداوت' باہمی چپقلش' دلی کدورت' لوٹ کھسوٹ اور دوسروں کی حق تلفی نہیں ہوتی بلکہ اس اجتماعی نظام میں " **فاستبقوا الخیرات**" نیکی میں سبقت لے جاؤ' کے حکم کی بجا آوری میں ہر انسان یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ دوسروں کے حقوق ادا کرے اور ممکنہ حد تک اپنے حق اور اپنی ذات کا ذکر نہ کرے بلکہ وہ چھپا کر نیکی کرنے کے اسلامی اصول کو اپناتا ہے اور زندگی کی جو سہولتیں اور مسرتیں اس کی اپنی ذات کے لئے مخصوص ہوتی ہیں۔ وہ انہیں بھی دوسرے انسانوں پر نچھاور کر کے طمانیت قلب اور اخروی کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ اس اجتماعی قدر کو قرآن حکیم نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

ویو ثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصتہ

اور مسلمان ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی چیزیں دوسروں کو دے دیتے ہیں جو ان کی اپنی ذات کے لئے خاص ہوتی ہیں۔

- قرآن حکیم کے اجتماعی تصور کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس نظام میں ہر شخص کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا پورا پورا موقع میسر آتا ہے۔ اس نظام حیات میں ایسا نہیں ہوتا کہ جو شخص معاشی طور پر خوش حال ہو یا سماج میں بھی بڑے منصب پر فائز ہو وہی باصلاحیت ہوتا ہے اور وہی سب امور کا ماہر قرار پاتا ہے اور نسبتاً معاشی طور پر کمزور افراد کو رائے کے اظہار اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے مواقع حاصل نہیں ہوتے۔ یہ اجتماعی اصول اسلامی زندگی کے تمام پہلوؤں میں جاری اور رواں دکھائی دیتا ہے جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اس حقیقت کی جیتی جاگتی عملی تصویر ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے خالق کائنات نے اس مساوی حق کی تاکید کی۔

و شاورھم فی الامر

اور اس معاملے میں ان (مسلمانوں) سے مشورہ کیجئے

گویا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ہر مسلمان سے مشورہ کریں۔ اس کی صلاحیتوں پر اعتماد کریں اور اس کی استعداد سے استفادہ کریں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کی مزید تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

کلکم راع و کلم مسئول عن رعیتہ

اے مسلمانو! تم سب حکمران ہو اور تم سب اپنی رعیت کے لئے جواب دہ ہو۔

اجتماعی نظام کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں اخوت اور برادری کا ایک وسیع دائرہ موجود ہے جو شخص اسلام کا دامن تھام لیتا ہے وہ ملت اسلامیہ کا فرد اور اسلامی برادری کا رکن ہے۔ گویا قرآنی تصور اجتماعیت کی یہ اعلیٰ ترین منزل ہے۔ جب ایک ملت کے افراد نسبی اور خونی بھائیوں کی طرح ہوں۔ ان کی خوشیاں ایک ہوں' ان کے مصائب مشترک ہوں اور ان کی ساری قوتیں ظلم و تعدی کے خلاف صرف ہوں تو اس اجتماعی پس منظر میں اس قرآنی آیت پر غور کیجئے۔

انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم

بے شک مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے بھائیوں کے مابین صلح کرا دیا کرو

ہم اپنی گفتگو کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر ختم کرتے ہیں جو اجتماعیت کی روح اور فلاحی معاشرہ کے قیام کی ضمانت ہے۔ آپ نے فرمایا۔

المسلم اخوا المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ - - -

مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان پر نہ ظلم کرے' نہ دے رسوا ہونے اور نہ اسے حقیر سمجھے۔ انسان کے لئے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ مسلمان کی تمام چیزیں مسلمان پر حرام ہیں۔ یعنی مسلمان کا خون' مسلمان کا مال اور مسلمان کی عزت و آبرو۔

قرآن حکیم کا تصور اجتماعیت کو اس فرمان مصطفویؐ کی روشنی میں عملی جامہ پہنایا جائے تو معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے گا۔ اور ہر فرد اپنے حقوق و فرائض باحسن و خوبی بجا لائے گا۔ یہی دینوی کامیابی اور اخروی فلاح ہے۔

میں' ہم اور تم

"موت کے وقت جو چیز قبضہ میں لے لی جاتی ہے وہ آدمی کی حیوانی زندگی (Biological Life) نہیں بلکہ اس کی وہ خودی اور اس کی وہ انا (Ego) ہے جو "میں" اور "ہم" اور "تم" کے الفاظ سے تعبیر کی جاتی ہے۔ یہ دنیا میں کام کر کے جیسی کچھ شخصیت بھی بنتی ہے وہ پوری کی پوری یعنی جوں کی توں (Intact) نکال لی جاتی ہے بغیر اس کے کہ اس کے اوصاف میں کوئی کمی بیشی ہو اور یہی چیز موت کے بعد اپنے رب کی طرف پلٹتی ہے۔ اسی کو آخرت میں نیا جنم' نیا جسم دیا جائے گا اسی پر مقدمہ کیا جائے گا۔ اسی سے حساب لیا جائے گا اور اسی کو جزا و سزا دیکھنی ہو گی۔

© rasailojaraid.com

(تفہیم القرآن: سید مودودیؒ)